بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ۙ

بے شک ہم نے فتح دے دی تمہیں روشن فتح (فتح-۱)

فتحِ مبین

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

ایم اے، پی۔ ایچ۔ ڈی

بین الاقوامی سلسلۂ اشاعت نمبر

۲۳

ادارۂ مسعودیہ

۲/۶، ۵-ای، ناظم آباد کراچی (سندھ)

اسلامی جمہوریہ پاکستان ۱۴۲۷ھ/۲۰۰۶ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا O (فتح۔۱)

(بیشک ہم نے فتح دے دی تمہیں روشن فتح)

فتح مبین

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

ایم۔اے؛ پی۔ایچ۔ڈی

۲۳

ادارۂ مسعودیہ، ۲/۶، ۵۔ای، ناظم آباد، کراچی

اسلامی جمہوریۂ پاکستان

(۱۴۲۶ھ/۲۰۰۶ء)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم

وعلی آلہ و اصحابہ اجمعین

فتح مبین

اِنَّافَتَحۡنَالَكَ فَتۡحًا مُّبِيۡنًا O لِيَغۡفِرَلَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنۡ ذَنۡۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعۡمَتَهٗ عَلَيۡكَ وَيَهۡدِيَكَ صِرَاطًا مُّسۡتَقِيۡمًاO وَيَنۡصُرَكَ اللّٰهُ نَصۡرًا عَزِيۡزًاO(فتح ۱۔۳)

(بیشک ہم نے فتح دے دی تمہیں روشن فتح تاکہ تم پر لگائے گئے اور لگائے جانے والے الزامات کو تمہاری خاطر مٹا دے اور پوری فرمادے اپنی نعمت تم پر اور چلاتا رہے تمہیں سیدھی راہ اور مدد فرمائے تمہاری زبردست مدد)

O

یہ آیت کریمہ ماہِ ذی قعدہ ۶ھ/ ۶۲۸ء میں اُس وقت نازل ہوئی جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم معاہدۂ حدیبیہ کے بعد مدینہ منورہ واپس ہوتے ہوئے مکہ معظمہ سے تقریباً ۲۵ میل دور ضجنان یا کُراعُ النعیم تک پُہنچے...... اس آیہ کریمہ میں اُس "فتح مُبین کی" بشارت دی گئی ہے جس نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر لگائے گئے اور لگائے جانیوالے اگلے پچھلے سب الزامات مٹا کر رکھ دئے۔ اللہ تعالیٰ کو یہ گوارا نہیں کہ اُس کے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی الزام لگائے یا اعتراض کرے...... جب بھی کسی نے اعتراض کیا یا الزام لگایا، رب کریم کی طرف سے جواب ضرور آیا[1]...... اس آیہ کریمہ میں جس فتح کی خوشخبری سنائی گئی ہے وہ مستقبل کی فتوحات کا پیش خیمہ بن گئی، اس طرح یہ آیہ کریمہ ۶ھ/۶۲۸ء کے بعد سے خلافتِ راشدہ تک ہونے والی تمام فتوحات پر محیط ہوگئی...... اس خوشخبری نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا مسرور کیا کہ یہ خوشخبری عزیز ترین خوشخبری بن گئی۔[2] ...... حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم مستقبل کو خود ملاحظہ فرما رہے تھے، کوئی نہیں دیکھ رہا تھا، جبھی تو اعتراض کرنے والوں نے حیرت واستعجاب کا اظہار کیا مگر سلام ہو اُس یقین کرنیوالے پر (صلی اللہ علیہ وسلم) جس نے تذبذب کی دھندلی فضاؤں میں یقین کا مکھڑا دکھایا......

زمانہ گزرتا گیا...... دیکھنے والے دیکھتے رہے...... فتح پر فتح ہوتی رہی...... سبحان اللہ...... ماشاءاللہ...... حتیٰ کہ اذاجاء نصر اللّٰہ والفتح[3] کی نوید کانوں میں گونجنے لگی۔

O

اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے بندوں سے نہ اقتدار مانگا نہ اختیار مانگا، اپنے لیے کچھ نہ مانگا...... اللہ کے بندوں سے اللہ کی بندگی مانگی...... پھر بھی وہ ظلم وستم ڈھاتے رہے کہ روح انسانیت کانپتی رہی۔ اس پر بھی بس نہیں، وطن سے بے وطن کیا، پھر بھی برسوں پیچھا کیا حملے پر حملے کئے، اللہ نے حفاظت فرمائی، اللہ نے عزت دی، اللہ نے عظمت دی، اللہ نے ہادیٔ عالم بنایا، اللہ نے مختارِ کُل بنایا......

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ۱ نبوی/۶۱۰ء سے ۱۳ نبوی/۶۲۲ء تک مکہ معظمہ میں ناگفتہ بہ حالات میں دینِ اسلام کی تبلیغ و اشاعت فرماتے رہے...... اس طویل عرصہ میں کبھی کسی دشمن کو برا بھلا نہ کہا، کبھی کسی پر ہاتھ نہ اٹھایا۔ وہ تو رحمتِ عالم تھے، اللہ کے بندوں پر رحمت کی برکھا بن کر آئے تھے......

قریشِ مکہ کے ارادے نہایت ہی خطرناک تھے۔ مجبور ہو کر بہت سے صحابۂ کرام حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے مکہ مکرمہ کو چھوڑ کر مدینہ منورہ ہجرت کر گئے...... پھر جب کُفارِ مکہ نے عرصۂ حیات تنگ کر دیا تو رب کریم کے حکم سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ۱ھ/۶۲۲ء میں ہجرت فرمائی۔[1] ......

۱ــــ قرآن کریم:۔ سورۃ ضحیٰ، آیت نمبر ۳/سورۃ کوثر، آیت نمبر ۳/سورۃ قلم، آیت نمبر ۱۳/سورۃ حاقہ، آیت نمبر ۴۱، سورۃ طور، آیت نمبر ۲۹

۲ــــ ضیاء القرآن، ج ۴، ص ۵۳۵، ۳ــــ قرآن کریم، ۱۔۳/نصر/۱۱۰

۱ــــ طبقات ابن سعد، ج ۱، ص ۲۲۸/خصائص الکبریٰ، ص ۴۹/سیرت ابن کثیر، ج ۱، ص ۲۲۰

۱۔ سیرۃ النبی، ج ۱، ص ۴۰۶

چند غریب و مفلس صحابہ مکہ مکرمہ میں رہ گئے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ۸؍ربیع الاول ۱۳ھ نبوی/۲۰؍ستمبر ۶۲۲ء کو مدینہ منورہ سے تھوڑی دور قبا پہنچے جہاں مسجد تعمیر کرائی۔ چار یا چودہ دن قیام فرمایا پھر جمعۃ المبارک کو مدینہ منورہ میں داخل ہوئے......

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لے آئے جو مکہ مکرمہ سے تقریباً چار سو کلومیٹر ہے......اس زمانے میں اتنا طول طویل اور کٹھن راستہ طے کرنا کوئی آسان کام نہ تھا۔ کئی دنوں میں یہ سفر طے ہوا۔ مگر دشمن کی دشمنی انتہا کو پہنچی ہوئی تھی......اس نے یہاں بھی اطمینان کا سانس نہ لینے دیا اور مکہ مکرمہ سے حملہ کرنے دشمن یہاں تک پہنچا۔ قابلِ توجہ بات یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ مکہ مکرمہ میں دشمن پر ہاتھ اٹھایا۔ نہ مدینہ منورہ آکر مسلمانوں کو دشمن کے خلاف مسلح کیا...... بدخواہ سے دشمنی سمجھ میں آتی ہے۔ لیکن خیرخواہ سے دشمنی سمجھ میں نہیں آتی۔ درندہ صفت انسان ہی خیرخواہ سے دشمنی کرتا ہے...... کفارِ مکہ نے مدینہ منورہ میں مسلمانوں کو چین لینے نہ دیا۔ چنانچہ ۲ھ/۶۲۴ء میں مدینہ منورہ سے کچھ فاصلے پر غزوۂ بدر پیش آیا جس میں کفارِ مکہ کو شرمناک ہزیمت اٹھانی پڑی۔ پھر ۳ھ/۲۵/۶۲۴ء کو مدینہ منورہ کے باہر غزوۂ احد پیش آیا۔ ابتدا میں مسلمانوں کو کامیابی حاصل ہوئی پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے بہت سا جانی نقصان اٹھانا پڑا[1] (۵ھ/۲۷/۶۲۶ء) میں مدینہ منورہ کے باہر غزوۂ خندق یا غزوۂ احزاب...... پیش آیا جس میں عذابِ الٰہی کے نتیجے میں بغیر جنگ کے دشمن نے ہزیمت اٹھائی......

مسلسل جنگیں مسلسل چھڑپیں۔ مگر پھر بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نئے انداز سے دوستی کا ہاتھ بڑھایا۔ عمرہ کے لیے مکہ معظمہ کا ارادہ فرما کر دنیا کو حیرت میں ڈال دیا...... جس شہر سے دشمن کی ایذا رسانیوں کی وجہ سے ہجرت فرمائی، جس شہر سے دشمن مسلسل پانچ برس تک مدینہ منورہ آ آ کر حملے کرتا رہا، آج اُسی شہر کی طرف سفر ہو رہا ہے، دنیا حیران ہے، یہ کیا ہو رہا ہے، زندگی کی کسی طرف سے ضمانت نہیں، اللہ پر مکمل بھروسہ ہے...... مدینہ منورہ کے مضافات میں مسلمان دیہاتیوں کو یہ دعوت دی گئی تو وہ حیران و پریشان ہوگئے، ان کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ سب لوگ زندہ بچ کر آئیں گے یا نہیں...... کیا سب لوگ موت کے منہ میں جا رہے ہیں؟[2]...... کوئی جواب دینے والا نہیں، مگر جانے والے محبوب کے اشارے پر زندگی سے بے نیاز ہو کر جا رہے ہیں۔ رہنے والے رہ گئے اور جانے والے چلے گئے...... پھر جب جانے والے واپس آئے تو رہ جانے والوں نے طعنے دیے کہ عمرہ کرنے گئے تھے، عمرہ کر کے کیوں نہ آئے؟ مگر یہ نہ دیکھا کہ جس اندیشے کا اظہار کیا گیا تھا وہ سامنے نہ آیا اور حیرت انگیز طور پر وہ سب صحیح سلامت آگئے......اُن کو معلوم نہ تھا ایک دو برس بعد جواب ملنے والا ہے۔ پھر ایسا جواب ملا کہ رہ جانے والے ھکا بکا رہ گئے...... سفر ابھی ختم نہ ہوا تھا۔ خواب کی تعبیر ابھی نہیں آئی تھی، آنے والی تھی، لو وہ تعبیر آگئی، فتوحات پر فتوحات ہونے لگیں اور "انا فتحنا لك فتحا مبينا" کی صداؤں سے کان گونجنے لگے...... فتح و نصرت قدم چومنے لگی...... اندھیریاں چھٹنے لگیں۔ ماحول جگمگانے لگا۔ دمکنے لگا۔ چمکنے لگا۔

○

مدینہ منورہ میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے شوال المکرم ۶ھ/۶۲۸ء میں ایک خواب دیکھا[1]...... ایک حسین خواب...... خواب یہ دیکھا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) صحابہ کرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کے ساتھ امن و سلامتی کے ساتھ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے، کوئی حلق کیے ہوئے، کوئی قصر کیے ہوئے بیت اللہ شریف میں داخل ہوئے...... کعبۃ اللہ کی کنجی لی...... طواف کیا اور عمرہ ادا کیا...... اس خواب کی تعبیر یہ لی گئی کہ عمرہ کی تیاری کی جائے۔ چنانچہ یہ سنتے ہی انصار و مہاجرین میں خوشی کی لہر دوڑ گئی...... تیاریاں شروع ہوگئیں۔ مدینہ منورہ کے باہر جو قبائل مسلمان ہو چکے تھے اُن کو بھی اطلاع دی گئی ان میں یہ قبائل تھے۔

۱ـــ مجمع الزوائد، ج ۱۲، ص ۱۳/ خصائص، ج ۱، ص ۵۲۶/ سیرت ابن اسحاق، ج ۲، ص ۲۱۸/ طبقات ابن سعد، ج ۲، ص ۴۶/ مستدرک حاکم، ج ۲، ص ۳۲۷/ طبرانی، ج ۸، ص ۲۹۸

۲ـــ ضیاء القرآن، ج ۴، ص ۵۳۵، ۱ـــ محمد نعیم الدین مراد آبادی، خزائن العرفان، کراچی، ص ۲۰۷

غفار......مزنیہ......جھینہ......اشجع......اسلم[1] ......حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اُن کو دعوت دی تھی لیکن یہ ساتھ نہ ہو سکے اور مختلف عذر پیش کیے...... یہ بات بھی ادب کے خلاف تھی اس لیے سورہ فتح میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم کو لازم قرار دیا گیا ہے[2] ......قرآنِ کریم میں ان دیہاتیوں کا ذکر کیا جنہوں نے مکہ معظمہ سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی واپسی کے بعد آپ کے حضور معذرت پیش کی۔ قرآنِ کریم میں ارشاد ہوتا ہے......

''اب تم سے کہیں گے جو گنوار پیچھے رہ گئے تھے کہ ہمیں ہمارے مال اور ہمارے گھر والوں نے جانے سے مشغول رکھا۔ اب حضور ہماری مغفرت چاہیں۔ اپنی زبانوں سے وہ بات کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں...... تم فرماؤ تو اللہ کے سامنے کسے تمہارا کچھ اختیار ہے۔ اگر وہ برا چاہے یا تمہاری بھلائی کا ارادہ فرمائے، بلکہ اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے...... بلکہ تم تو یہ سمجھے ہوئے تھے کہ رسول اور مسلمان ہرگز گھروں کو واپس نہ آئیں گے اور اسی کو اپنے دلوں میں بھلا سمجھے ہوئے تھے اور تم نے برا گمان کیا اور تم ہلاک ہونے والے لوگ تھے[1]......

۱---- مولانا نعیم الدین مراد آبادی، خزائن العرفان فی تفسیر القرآن، کراچی، ص ۷۰۹

۲---- قرآن کریم، ۹/ فتح/ ۴۸

غالبًا یہ پیچھے رہ جانے والے اس لیے عتاب کے مستحق نہ ہوئے کہ عمرہ ادا کرنا فرض نہ تھا مگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل کرنا تو فرض تھا۔ اس فرض ناشناسی کی وجہ سے ان لوگوں کو سخت تنبیہ کی گئی......شاید یہ لوگ ''اسلمنا'' کی منزل سے ''آمنّا'' کی منزل تک نہیں پہنچے تھے۔ اس لیے ایسی باتیں کہدیں جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو ناگوار گزریں......اور معاذ اللہ ثم معاذ اللہ کفار و مشرکین نے تو آپ پر پہلے ہی کافی الزامات لگائے تھے کہ آپ کاھن ہیں، آپ شاعر ہیں، آپ مجنون ہیں، آپ ساحر ہیں، آپ فسانہ گر ہیں، آپ اختلاف و انتشار پھیلا رہے ہیں، آپ جنگ کی آگ لگا رہے ہیں، آپ بھائی کو بھائی سے جدا کر رہے ہیں، آپ تجارتی راستوں کو مخدوش بنا رہے ہیں، آپ قومی انتظامات کو درہم برہم کر رہے ہیں۔ اور اب جبکہ آپ عمرہ ادا کرنے مکہ معظمہ روانہ ہو رہے تھے۔ تو منافقوں نے کہا:۔

''یہ لوگ موت کے منہ میں کودنے جا رہے ہیں واپس زندہ آنا ممکن نہیں''[2]

○

سفرِ مبارک کی تیاری مکمل ہوگئی...... چودہ سو صحابہ خدمت میں حاضر ہیں۔ جن میں مہاجرین بھی ہیں انصار بھی ہیں اور اعراب بھی، ہر ایک کے ہاتھ میں تلوار ہے جو نیام میں ہے۔ عرب کے دستور کے مطابق تلوار ساتھ رکھنا ایک عام سی بات تھی۔ اور نیام میں رکھنے سے مقصود یہ تھا کہ جانے والے کسی سے جنگ کرنے نہیں جا رہے بلکہ امن و سلامتی کے ساتھ، امن و سلامتی کیلیے جا رہے ہیں...... جب مدینہ منورہ سے سات میل دور ذوالحلیفہ میں پہنچے تو سب نے احرام باندھ لیے[1]۔ یہ بھی اس بات کی علامت تھی کہ قدسیوں کی یہ جماعت جنگ کرنے نہیں جا رہی بلکہ امن و سلامتی کا پیغام لے کر آئی ہے......مگر قریشِ مکہ کو یہ غلط فہمی ہوگئی کہ یہ سب جنگ کرنے کے لیے آ رہے ہیں، وہ اتنے مرعوب اور مبہوت ہوگئے کہ یہ بھی نہ سوچا کہ اتنی قلیل جماعت بغیر ساز و سامانِ حرب چار سو کلومیٹر کی مسافت طے کر کے جنگ کے لیے کیسے آ سکتی ہے۔ خوف و دہشت سے ان کی عقل ماؤف ہوگئی اور وہ جنگ کے لیے تیار ہوگئے...... حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ اطلاع دی گئی، فرمایا!

۱---- قرآن کریم، ۱۱-۱۲/ فتح/ ۴۸ ، ۲---- ضیاء القرآن، ج ۴، ص ۵۳۵، ۱---- ضیاء القرآن، ج ۴، ص ۵۳۴

''افسوس! کفارِ مکہ کو جنگوں نے کھوکھلا کر دیا ہے لیکن پھر بھی وہ اپنی ضد سے باز نہ آئے''۔[1]

ان الفاظ میں کیسا درد و سوز پایا جاتا ہے...... جس کے دل میں انسانیت کا درد ہو اِس درد و سوز کا وہی اندازہ لگا سکتا ہے۔ لیکن اسی کے ساتھ ساتھ آپ نے اس عزم و ہمت کا بھی اظہار فرمایا جو اسلام کی اشاعت کے لیے آپ[2] کے دل میں تھا۔ آپ نے فرمایا:

''بخدا! جہاد کرتا رہوں گا یہاں تک کہ اللہ مجھکو غالب کر دے یا مجھے اٹھالے''......

اس عرصہ میں قریشِ مکہ نے جنگ کے لیے چھیڑ چھاڑ شروع کر دی...... ایک دفعہ رات کو چالیس پچاس حملہ آور مسلمانوں کے کیمپ میں گھس آئے جو گرفتار کر کے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیئے گئے، آپ نے معاف فرما دیا...... پھر ایک روز مسلمان صبح کی نماز ادا کرنے میں مصروف تھے کہ تنعیم سے اسّی آدمیوں کے دستے نے حملہ کر دیا مگر یہ بھی گرفتار ہو کر دربارِ نبوی صلی اللہ علی صاحبہ وسلم میں پیش ہوئے اور ان کو بھی معاف کر دیا گیا[3] ...... یہ چھیڑ چھاڑ اس لیے تھی تا کہ کسی نہ کسی طرح جنگ چھڑ جائے...... لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے کرم سے مسلمانوں کو صبر و تحمل عطا فرمایا اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ رحمت اور شانِ عفو و کرم دکھادی جس کا قرآن کریم میں یوں ذکر فرمایا:

''اور لوگوں کے ہاتھ تم سے روک دئے اس لیے کہ ایمان والوں کے لیے نشانی ہو اور تمہیں سیدھی راہ دکھائے۔[1]

اور فرمایا

''اور وہی ہے جس نے ان کے ہاتھ تم سے روک دئے اور تمہارے ہاتھ ان سے روک دئے۔ وادیِ مکہ میں بعد اس کے کہ ان پر[2] تمہیں قابو دے دیا تھا اور اللہ تمہارے کام دیکھتا ہے''......

جب یہ مقدس قافلہ چلتے چلتے حرم شریف کی سرحد پر ''مقامِ حدیبیہ'' پہنچا تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی اللہ کے حکم سے بیٹھ گئی۔ (الحمد للہ! اس فقیر کو بھی اس مقام کی زیارت نصیب ہوئی اور سارا واقعہ آنکھوں میں گھوم گیا۔ بڑا اسرور حاصل ہوا)۔ اونٹنی کے بیٹھنے کے بعد حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہیں خیمہ زن ہونے کا حکم دیا۔ مگر کنویں سوکھے ہوئے تھے اس لیے صحابہ کو کچھ تامل ہوا۔ آپ نے اپنا تیر عنایت فرمایا جو ایک سوکھے کنوئیں میں گاڑ دیا گیا، اس کا گاڑنا تھا کہ کنویں میں سوتے پھوٹ پڑے اور تمام صحابہ کرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) پانی سے سیراب ہوئے...... قریشِ مکہ کی طرف سے بدیل بن ورقہ جو قبیلہ بنی خزاعہ کا سردار تھا۔ چند ساتھیوں کے ساتھ تشریف آوری کا مقصد معلوم کرنے کے لیے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مقصد بتایا گیا[1]۔ بدیل مطمئن ہوگیا۔ واپس جا کر قریشِ مکہ کو مشورہ دیا کہ وہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حرم شریف میں آنے دیں۔ مگر قریش مکہ بضد تھے۔ چنانچہ انہوں نے جلیس بن علقمہ کو اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا، اس نے بھی یہی مشورہ دیا۔ پھر عروہ بن مسعود ثقفی کو بھیجا، عروہ بھی مذاکرات سے مطمئن ہوگیا اور وہی مشورہ دیا جو دوسرے سفراء دے چکے تھے[2]۔ نیز صحابہ کرام کی جاں نثاریوں، وارفتگیوں اور فدا کاریوں کا آنکھوں دیکھا حال بیان کرتے ہوئے کہا:

(۱) بات کرتے ہیں تو سناٹا چھا جاتا ہے

(۲) کوئی شخص ان کی طرف نظر بھر کر دیکھ نہیں سکتا

(۳) وہ وضو کرتے ہیں پانی جو گرتا ہے اس پر خلقت ٹوٹ پڑتی ہے۔[3]

۱۔۔۔ضیاء القرآن، ج۴، ص۵۲۴، ۲۔۔۔ضیاء القرآن، ج۴، ص۵۲۴، ۳۔۔۔خزائن العرفان، ص۶۱۱

۱۔۔۔قرآن کریم، ۲۰/ فتح / ۴۸، ۲۔۔۔قرآن کریم، ۲۴/ فتح / ۴۸

۱۔۔۔سیرۃ النبی، ج۱، ص۴۵۰، ۲۔۔۔خزائن العرفان، ص۶۰۷، ۳۔۔۔سیرۃ النبی، ج۱، ص۴۵۲

ایسا محسوس ہوتا ہے کہ رب کریم نے یہ مبارک سفر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان محبوبیت اور صحابۂ کرام کی جاں نثاریوں اور فدا کاریوں کا عالم دکھانے کے لیے کرایا تھا۔ کفار مکہ جنھوں نے ظلم وستم، خوف ودہشت کے ماحول میں سرکار دو عالم کو دیکھا تھا جب کہ مسلمان ڈرے ڈرے، سہمے سہمے رہتے تھے...... دل کے جذبات دل ہی دل میں رہتے تھے، کفار مکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنے کے درپے تھے، ہجرت کے بعد بھی یہود مدینہ سے مل مل کر آپ کے خلاف سازشیں کرتے تھے، اُن کے دل میں آپ کی عظمت وشوکت کچھ بھی نہ تھی...... مگر ہجرت کے چھ سال بعد دنیا ہی بدل چکی تھی۔ اب جو حدیبیہ میں جاں نثاروں کے جھرمٹ میں دیکھا تو حیران رہ گئے بلکہ مبہوت ہوگئے...... ایک طرف یہ کیفیت تھی کہ جاں نثاری وفدا کاری کے لیے بیقرار، جان نہ دینے کی صورت نکالی تو ناراض، دوسری طرف یہ عالم کہ طاقت وکثرت کے باوجود جھک رہے ہیں اور معاہدہ کررہے ہیں...... مگر ڈر رہے، اس لیے وہ عروہ بن مسعود کے بیان سے بھی مطمئن نہ ہوئے۔ جب کفار مکہ کی طرف سے خاموشی ہوگئی تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ڈیڈلاک ختم کرنے کے لیے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کفار مکہ سے بات چیت کرنے کے لیے بطور سفارت بھیجا[1]۔ آپ نے پوری طرح یقین دلایا کہ ہم لوگ جنگ کرنے نہیں آئے بلکہ عمرہ کرنے آئے ہیں...... قریش اپنی بات پر اڑے رہے اور آپ کو زیادہ دیر تک روک لیا جس کی وجہ سے یہ خبر اڑ گئی کہ آپ کو شہید کردیا گیا ہے۔ یہ خبر سنتے ہی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے جاں نثاری کے لیے بیر کے ایک درخت کے نیچے بیعت لی، پہلے اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھا اور فرمایا:

''یہ عثمان کی طرف سے بیعت ہے''۔[1]

۱۔۔۔ خزائن العرفان، ص ۷۱۰

جس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ زندہ ہیں ورنہ آپ اُن کی طرف سے بیعت نہ فرماتے۔ پھر تمام صحابہ کرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) نے جوق در جوق بیعت کی...... یہ جاں نثاری اور فدا کاری رب کریم کو پسند آگئی...... اور قرآن کریم میں سب کے لیے اپنی رضا وخوشنودی کی خوشخبری سنادی گئی...... مختلف آیات کریمہ میں کفار مکہ کی ضد اور صحابہ کرام کی سکون وطمانیت اور یقین وایقان اور اپنی رضا وخوشنودی کا اظہار فرمایا......

کفار مکہ کی ضد کا ذکر کرتے ہوئے قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے:

(ا) ''وہ وہ ہیں جنھوں نے کفر کیا اور تمہیں مسجد حرام سے روکا اور قربانی کے جانور رکے پڑے اپنی جگہ پہنچنے سے''......[2]

۱۔۔۔ خزائن العرفان، ص ۷۱۰، بخاری شریف، مناقب عثمان غنی (عربی) ص ۵۲۳، ۲۔۔۔ قرآن کریم، ۲۵/ فتح/ ۴۸

(ب) ''جبکہ کافروں نے اپنے دلوں میں اڑ رکھی وہی زمانۂ جاہلیت کی اڑ۔ تو اللہ نے اپنا اطمینان اپنے رسول اور ایمان والوں پر اتارا''۔[1]

صحابہ کرام کے یقین وایقان کا ذکر کرتے ہوئے قرآنِ کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

(ا) ''وہی جس نے ایمان والوں کے دلوں میں اطمینان اُتارا...... تاکہ انہیں یقین پر یقین بڑھے اور اللہ کی مِلک ہیں لشکر آسمانوں اور زمین کے اور اللہ علم وحکمت والا ہے''۔[2]

(ب) ''وہ جو تمہاری بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے تو جس نے عہد توڑا تو اس نے اپنے بڑے عہد کو توڑا اور جس نے پورا کیا وہ عہد جو اس نے اللہ سے کیا تھا تو بہت جلد اللہ اسے بڑا ثواب دیگا''۔[3]

صحابہ کرام سے اپنی رضا وخوشنودی کا اظہار اس طرح فرمایا:

۱۔۔۔ قرآن کریم، ۲۶/ فتح/ ۴۸، ۲۔۔۔ قرآن کریم، ۲/ فتح/ ۴۸، ۳۔۔۔ قرآن کریم، ۱۰/ فتح/ ۴۸

''بے شک اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے جب وہ اس پیڑ کے نیچے تمہاری بیعت کرتے تھے تو اللہ نے جانا جو ان کے دلوں میں ہے تو ان پر اطمینان اتارا اور انہیں جلد آنے والی فتح کا انعام دیا''۔[1]

جب کفار مکہ کو اس بیعت کی خبر ہوئی تو وہ حیران و پریشان ہوئے اور انہوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ اپنا آخری سفیر سہیل بن عمرو کو حضرت عثمان غنی کے ساتھ بھیجا۔ کفار مکہ کو اب یقین ہو گیا تھا کہ حقیقت میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جنگ کے لیے نہیں عمرہ ادا کرنے کے لیے تشریف لائے ہیں اور اگر جنگ کی گئی تو کفار قریش پورے عرب میں بدنام ہو جائیں گے، کیونکہ عرب کے دستور کے مطابق بیت اللہ شریف کے متوئیوں کو یہ اختیار نہ تھا کہ وہ کسی بھی طرف سے حج یا عمرہ کے ارادے سے آنے والے کو روکیں...... یہ روکنا ان کے لیے بڑی بدنامی کا باعث ہوگا۔

ایک طرف بدنامی کا احساس دوسری طرف نہ جھکنے کا عزم و ارادہ وہ گومگو کے عالم میں تھے لیکن شاید سفیر کو اجازت دے دی تھی کہ حالات کا جائزہ لے کر صلح کر لی جائے تو اچھا ہے۔ حتی الامکان جنگ سے گریز کیا جائے۔ چنانچہ مندرجہ ذیل معاہدۂ طے پایا جس کو بعض مفسرین نے ''فتح مبین'' سے تعبیر فرمایا کیونکہ ساری فتوحات کا نقطۂ آغاز یہی معاہدۂ حدیبیہ ہے...... اس معاہدے میں یہ دفعات تھیں......

○

معاہدۂ حدیبیہ

۱...... فریقین دس سال تک ایک دوسرے سے جنگ نہیں کریں گے اور کوئی فریق چھُپ کر یا اعلانیہ ایسی حرکت نہ کرے گا جو امن و آشتی کو درہم برہم کر دے......

۲...... اس عرصے میں اگر کوئی قریشی اپنے ولی کی اجازت کے بغیر مکے سے بھاگ کر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلا جائیگا تو آپ اسے واپس کریں گے لیکن اگر کوئی مسلمان اپنے دین سے مرتد ہو کر مکہ چلا جائیگا تو اہل مکہ اسے واپس نہیں کریں گے......

۳...... عرب کے بادیہ نشین قبائل آزاد ہیں۔ مسلمان اگر کفار کے ساتھ چاہیں تو دوستی کا معاہدہ کر سکتے ہیں۔

۴...... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے ساتھ عمرہ کئے بغیر امسال واپس چلے جائیں۔ البتہ آئندہ سال آ کر وہ عمرہ ادا کر سکیں گے۔ انہیں تین دن تک مکے میں ٹھہرنے کی اجازت ہوگی۔ تلوار کے سوا ان کے پاس کوئی ہتھیار نہیں ہوگا اور تلوار بھی نیام میں ہوگی......

۵...... اہلِ مکہ ان تین دنوں میں مکے سے باہر چلے جائیں گے......[1]

۱ــــ قرآن کریم، ۱۸/فتح/۴۸، ۱ــــ سیرۃ النبی، ج۱، ص ۴۵۶

یہ معاہدہ بجائے خود ایک بڑی کامیابی تھی کہ اس میں من حیث القوم مسلمانوں کو تسلیم کر لیا گیا تھا جب ہی تو معاہدہ کیا گیا۔ اس معاہدے کی دوسری شق غیر منصفانہ معلوم ہوتی تھی...... پھر بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے تسلیم کر لی۔ اتفاق سے تسلیم کئے جانے کے بعد کفار مکہ کے سفیر سہیل بن عمرو کے بیٹے ابو جندل جو مسلمان ہو چکے تھے، معاہدے کے وقت حدیبیہ پہنچنے میں کامیاب ہو گئے، مگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے معاہدے پر سختی سے عمل کرتے ہوئے اُن کو مشورہ دیا کہ وہ مکہ مکرمہ واپس چلے جائیں...... آج اس جدید دنیا میں معاہدات کی ایسی پابندی اور پاسداری دور دور نظر نہیں آتی[1] عتبہ بن ارسید ابو بصیر بھی مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ آئے لیکن واپس کر دیئے گئے۔ واپس جاتے ہوئے دشمن کی گرفت سے نکل کر فرار ہو گئے اور بحر احمر کے قریب اس مقام پر اپنا ٹھکانہ بنا لیا جہاں سے قریش کے تجارتی قافلے گزرا کرتے تھے...... مکہ مکرمہ کے مظلوم مسلمان بھی ایک، ایک کر کے اُن سے آ ملے۔ یہ ایک ایسی جماعت بن گئی جو قریش کے تجارتی قافلوں پر شب خون مارا کرتی تھی اور ان کو لوٹا کرتی تھی...... مجبوراً کفار مکہ نے یہ درخواست پیش کی کہ معاہدۂ حدیبیہ سے اس شق کو خارج کر دیا جائے، مسلمانوں کو واپس مدینہ منورہ بُلا لیا جائے۔

جیسا کہ عرض کیا گیا، قریش کی طرف سے معاہدے کی دوسری شق بظاہر ظالمانہ اور غیر منصفانہ معلوم ہوتی تھی اس کے باوجود تسلیم کر لی گئی۔ مگر یہ معاہدہ عمومی طور پر بعض صحابہ کرام کو اچھا نہ لگا، غالباً ایسے ہی صحابہ کرام کی ترجمانی کرتے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے جذبات پر قابو نہ رکھ سکے اور حمیت و غیرتِ اسلامی میں بول اٹھے، اُن کو یہ غم تھا کہ جب جاں نثاری اور فداکاری کے لیے صحابہ کرام تیار ہیں، تو دب کر یہ معاہدہ کیوں کیا گیا؟ اور جس ارادے سے ہم سب آئے تھے وہ پورا بھی نہ ہوا۔ بیت اللہ شریف تھوڑی دُور ہے اور ہم محروم واپس جا رہے ہیں۔ یہ کیا ہو رہا ہے؟ لیکن وہ وہ نہیں دیکھ رہے تھے جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ملاحظہ فرما رہے تھے...... آپ کے سامنے مستقبل روشن اور تابناک تھا، آپ معاہدے سے چھننے والی روشنی کو ملاحظہ فرما رہے تھے...... بہر حال حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دل کا بوجھ ہلکا کرنے کے لیے اپنی معروضات پیش کر ہی دیں......

۱۔ عُمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) یا رسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم) کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟

حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) ہاں! ہیں......

۲۔ عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تو ہم دین میں یہ ذلت کیوں گوارہ کریں؟

۱ــــ سیرۃ النبی، ج۱، ص ۴۵۷، ۲ــــ سیرۃ النبی، ج۱، ص ۴۶۰

حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) میں خدا کا پیغمبر ہوں اور خدا کے حکم کی نافرمانی نہیں کرسکتا۔ خدا میری مدد کرے گا......

۳۔ عُمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کیا آپ نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ ہم لوگ کعبے کا طواف کریں گے؟
حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) لیکن یہ تو نہیں کہا تھا کہ اسی سال کریں گے۔[1]

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں معروضات پیش کر کے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہی گفتگو فرمائی...... حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

''وہ پیغمبر خدا ہیں جو کچھ کرتے ہیں خدا کے حکم سے کرتے ہیں''۔[2]

اللہ اکبر! آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر کیسا یقین ہے، اس یقین نے اُن کو بلند ترین رتبے پر فائز کیا اور وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب ترین صحابی ہوئے جن کو قرآن کریم نے بھی ''صاحب'' کے لقب سے یاد فرمایا ......حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے گفتگو کے یہ لمحات حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کیسا صبر آزما ہوں گے، کہ وہ اپنے جن سے تائید و حمایت کی امید تھی وہ بھی سوال کرنے لگے، مگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کمالِ صبر و ضبط فرمایا...... ناگواری کے باوجود کوئی ناگوار بات نہیں فرمائی...... یہ ان شیوخِ طریقت کے لیے سبق ہے جو ذرا ذرا سی بات پر اپنے مریدین سے ناراض ہوجایا کرتے ہیں بلکہ قطع تعلق بھی کرلیا کرتے ہیں، اگر ایسا نہ ہوتا تو ہم کو یہ سبق کہاں سے ملتا؟...... حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ہر ادا میں ہمارے لیے سبق ہے...... کاش ہم ان اسباق کو دل کی آنکھوں سے پڑھیں اور اپنے سینوں سے لگائیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پیاروں پر کرم فرماتے ہی تھے لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور ادب و احترام سے پیش آنے کی تعلیم فرماتا ہے، غالباً اسی پس منظر میں سورۂ فتح میں مسلمانوں کو ہدایت کی گئی ہے۔

وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ[1]

اور تم میرے حبیب کی تعظیم و توقیر کرو

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال و جواب تو کرلیے، مگر بعد میں سخت ندامت و پشیمانی ہوئی اور مختلف اعمالِ صالحہ سے اس کا تدارک فرماتے رہے...... قرآنِ کریم نے بھی اسی سورۂ فتح میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے لیے گواہی دی۔

۱۔۔۔ سیرۃ النبی، ج۱، ص۴۵۶ بحوالہ صحیح بخاری، کتاب، الشروط، ۲۔۔۔ ایضاً، ص۴۵۶، ۳۔۔۔ قرآن کریم، ۴۰/توبہ/۹،

۱۔۔۔ قرآن کریم، ۹/فتح/۴۸

وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ[1]

ترجمہ: اور ان کے ساتھ والے کافروں پر سخت ہیں اور آپ میں نرم دل

ممکن ہے یہ اس طرف اشارہ ہو کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوال و جواب کا محرک آپ کے دل میں کافروں کی طرف سے شدت و غلظت تھی، اِسی لیے معاہدۂ حدیبیہ کی صورت میں کافروں پر بظاہر مہربانی گوارہ نہ فرمائی اور غیر ارادی طور پر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوالات فرمائے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے تحمل و بردباری سے جوابات عطا فرمائے...... اور آخر میں فرمایا:

''تم بہت جلد بیت اللہ کے پاس آنے والے ہو اور اس کا طواف کرنے والے ہو''......[2]

۱۔۔۔ قرآن کریم، ۲۹/فتح/۴۸، ۲۔۔۔ ضیاء القرآن، ج۴،

نوٹ: شیخ الاسلام مولانا محمد انوار اللہ فاروقی، بانی جامعہ نظامیہ حیدرآباد دکن، انوار احمدیہ میں یہ حدیث نقل فرماتے ہیں جس سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کمال عشق و محبت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عمرہ ادا کرنے کے لیے اجازت چاہی، حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اجازت دے کر فرمایا......

''اے بھائی اپنی دعا میں ہمیں نہ بھولیو''

وہ کہتے ہیں کہ:۔

''یہ ارشاد مجھ میں اس قدر اثر کیا کہ اگر تمام روئے زمین میری ملک ہوجائے تو ان الفاظ کے مقابلے میں میرے پاس وہ کچھ چیز نہیں''......(انوار احمدی، ص۲۰۳)

اس میں شک نہیں محبوب کی باتوں کی حلاوت محب ہی جانتا ہے، دوسروں کو کیا پتا!

چنانچہ وہی ہوا جو آپ نے فرمایا......اسکی تفصیل آگے آتی ہے......

چونکہ معاہدے کی شرائط میں طے پایا تھا کہ مسلمان اس مرتبہ واپس چلے جائیں گے اس لیے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قربانیاں کر کے احرام کھول دیے جائیں...... جوش و جذبہ اتنا تھا کہ قربانی کے لیے کسی نے پہل نہ کی، یہاں تک کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود قربانی کی اور احرام اتارنے کے لیے حلق کرایا[1]...... معاہدۂ حدیبیہ کے بعد تین روز تک حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ میں قیام فرمایا[2]۔ پھر روانہ ہوئے......

○

معاہدۂ حدیبیہ سے مسلمانوں کو بظاہر جو جو فوائد حاصل ہوئے ان کی تفصیل یہ ہے:

۱۔ مسلمانوں نے عملی طور پر مخالفین پر یہ ثابت کر دیا کہ وہ جنگ کا ارادہ نہیں رکھتے اور مکہ معظمہ کی مقدس وادی اور بیت اللہ شریف انکے لیے معظم و محترم ہے۔ اس عمل نے مخالفین کے دلوں میں مسلمانوں کے لیے جگہ پیدا کر دی۔

۲۔ اس معاہدے سے پہلی مرتبہ اسلام اور مسلمانوں کو رسمی طور پر تسلیم کر لیا گیا اور یہ بہت بڑی کامیابی تھی

۱ــــ سیرۃ النبی، ج ۱، ص ۴۵۶ بحوالہ صحیح بخاری، کتاب، الشروط، ۲ــــ ضیاء القرآن، ج ۴، ص ۵۶۶

۳۔ صلحِ حدیبیہ کے بعد مسلمان ہر جگہ آ جا سکتے تھے، ان کا جان و مال محفوظ تھا۔ دشمنوں سے بھی میل ملاپ میں کوئی رکاوٹ نہ تھی۔ اس میل ملاپ نے دشمنانِ اسلام کو مسلمانوں کو قریب سے دیکھنے کا موقع فراہم کیا......

۴۔ صلحِ حدیبیہ کے بعد اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے لیے پورے جزیرۃ العرب میں راستہ کھل گیا۔

۵۔ صلحِ حدیبیہ نے یہودیوں کے سرکوبی اور فتح خیبر کی راہ ہموار کر دی اور سفر حدیبیہ میں جو کچھ بھی مالی نقصان ہوا تھا اس کی تلافی کر دی اور مالِ غنیمت سے سفرِ حدیبیہ میں شامل ہونے والے تمام صحابہ مالا مال ہو گئے......

۶۔ قریشِ مکہ کی صلح پر آمادگی نے (جبکہ مسلمان تعداد میں بھی قلیل تھے اور سامانِ جنگ بھی نہ تھا۔ اور دوسری طرف سارا شہرِ مکہ تھا) دشمنانِ اسلام کے دلوں میں اسلام کی ہیبت پیدا کر دی۔

۷۔ کفار مکہ نے صحابہ کرام کی جاں نثاریوں کا عالم اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ان کو یہ یقین ہو گیا کہ اصلِ جنگ سامانِ حرب سے نہیں بلکہ جذبۂ جہاد سے ہے جو مسلمانوں کی نس نس میں بھرا ہوا ہے......

۸۔ مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ کے درمیان جنگ کی حالت ختم ہو گئی۔ آنے جانے پر پابندی نہ رہی اور تبلیغ اسلام کا راستہ کھل گیا۔ قبائل در قبائل مدینہ منورہ کی طرف رخ کر رہے تھے اور اسلام قبول کر رہے تھے...... مسلمانوں کی تعداد دو برس کی قلیل مدت میں دس ہزار ہو گئی......

۹۔ امن کی وجہ سے جہاں مسلمانوں کا تسلط ہو چکا تھا وہاں اسلامی حکومت قائم کر دی گئی۔

۱۰۔ قریش کی طرف سے اطمینان ہوا تو شمالی عرب اور وسطی عرب کی مخالف قوتوں کو زیر کرنے کی طرف توجہ دی گئی...... تین ماہ بعد یہودیوں کے عام مراکز خیبر، فدک، وادی القریٰ اور تبوک وغیرہ پر اسلام کا پرچم لہرانے لگا اور وسطی عرب کے بادیہ نشین جو پہلے قریش کے حلیف تھے حلقہ بگوشِ اسلام ہو گئے......

۱۱۔ معاہدۂ حدیبیہ کے بعد حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایران و روم، حبشہ کے سربراہوں اور دنیا کے بڑے بڑے بادشاہوں اور سرداروں کو متعدد خطوط لکھے اور ان کو اسلام کی دعوت دی، اس دعوتِ اسلام سے اندازہ ہوتا ہے کہ معاہدۂ حدیبیہ کے بعد کیسی خود اعتمادی کی فضا پیدا ہو گئی تھی ......الغرض معاہدۂ حدیبیہ کے بعد یہ ظاہری فوائد حاصل ہوئے۔ جہاں تک باطنی فوائد کا تعلق ہے وہ اللہ اور اسکے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم خوب جانتے ہیں......

۱ــــ (ا) ضیاء القرآن، ج ۴، ص ۵۲۳۔۵۳، (ب) ابوالکلام، تفسیر نمونہ، ص ۳۷

○

اوپر عرض کیا گیا کہ معاہدۂ حدیبیہ کے بعد حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی پیش کی...... حلق فرمایا اور احرام اتارا۔ تمام صحابہ کرام نے بھی آپ کی پیروی میں قربانیاں دیں، حلق کرایا اور احرام کھول دیے...... پھر یہ مقدس قافلہ جو بڑے ذوق و شوق سے مدینہ منورہ سے عمرہ ادا کرنے آیا تھا، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اس قافلے کی قیادت فرما رہے تھے واپس جا رہا تھا، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے قلبِ حزیں کا کیا عالم ہو گا؟ اس لیے نہیں کہ خواب کی تعبیر پوری نہ ہوئی اور عمرہ ادا نہ کیا جا سکا کیونکہ وہ جو کچھ ہوا حکم ربی سے ہوا، وہ پہلے ہی آپ کے علم میں تھا دوسروں کے علم میں نہ تھا...... مگر محبت والوں کی باتوں نے دل کو غمگیں کیا ہو گا...... مولیٰ تعالیٰ کو اپنے حبیبِ کریم کا حزن و ملال ایک آن بھی گوارہ نہیں...... صحابہ کرام کے بے قرار دلوں کا کیا عالم ہو گا۔ وہ مہاجر و انصار مدینہ منورہ سے عمرہ ادا کرنے بیت اللہ کی زیارت کرنے کے لیے خوشی خوشی کشاں کشاں چار سو کلو میٹر کی مسافت طے کر کے آئے تھے مگر مکہ معظمہ میں ہوتے ہوئے بھی بیت اللہ شریف سے دور ہی رہے اور محروم ہی واپس لوٹ رہے تھے......

از در دوست چہ گویم بچہ عنواں رفتم
ہمہ شوق آمدہ بودم ہمہ حرماں رفتم

ابھی تیس یا چالیس کلومیٹر دور گئے ہوں گے کہ کمھلائی ہوئی کلیاں مسکرانے لگیں اور مرجھائے ہوئے دل کھلکھلا اٹھے..... اچانک آیۂ کریمہ نازل ہوئی:

اِنَّافَتَحْنَالَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ۝ [1]

(بیشک ہم نے فتح دے دی تمہیں روشن فتح)

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی مسرتوں کا عالم کچھ نہ پوچھئے..... آپ نے صحابہ کرام (رضی اللہ عنھم) سے فرمایا:

''مجھ پر ایک ایسی آیت نازل ہوئی ہے جو مجھے ساری دنیا سے زیادہ محبوب اور عزیز تر ہے'' [2] ......

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ حکیم میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف بھی کی ہے اور تالیف قلب بھی..... حمایت بھی کی ہے اور تائید بھی..... قرآن حکیم علم و دانش اور علومِ غیبیہ کا خزانہ ہے..... حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہی اسرارِ الٰہیہ کے رازدار ہیں اور کوئی رازدار نہیں...... یہ آیت کریمہ بھی اخبارِ غیبیہ سے باخبر کر رہی ہے..... حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہی ان خبروں سے باخبر تھے اور وہ کچھ دیکھ رہے تھے جو دوسروں کو نظر نہیں آ رہا تھا اس لیے مسرتوں کا عالم ہی کچھ اور تھا۔ اور جو دیکھ نہیں رہے تھے صرف سن رہے تھے انہوں نے حیرت سے پوچھا؟

''کیا یہ فتح ہے کہ ہمیں خانہ خدا کی زیارت سے بھی روک دیا ہے اور ہماری قربانی میں بھی رکاوٹ ڈال دی.....'' [1]

ا۔۔۔(ا) قرآن کریم، ا/فتح/۴۸، (ب) سیرت ابن ھشام، ج ۳، ص ۳۲۱۔۳۲۴، ۲۔۔۔ضیاء القرآن، ج ۴، ص ۵۳۵

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تُو نے بہت بُری بات کہی ہے بلکہ یہ تو ہماری عظیم ترین فتح ہے..... مشرکین اس بات پر راضی ہوگئے ہیں کہ تمہیں خشونت آمیز طریقے سے نکر لیے بغیر اپنی سرزمین سے دور کریں اور تمہارے سامنے صلح کی پیش کش کریں اور ان تمام تکالیف اور رنج و غم کے باوجود جو تمہاری طرف سے انہوں نے اٹھائے ہیں ترکِ تعرض کے لیے تمہاری طرف مائل ہوئے ہیں''۔ [2]

سورہ فتح میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر الزامات کا رد فرماتے ہوئے فتح پر فتح کی بشارت دی اور خواب کی سچی تعبیر کی طرف اشارہ فرمایا۔ ارشاد ہوا......

ا۔۔۔جوامع الجوامع۔ انوار الثقلین، ج ۵، ص ۴۰۰، حدیث نمبر ۹، ۲۔۔۔ایضاً ص ۴۰۰/ ابو مکارم، تفسیر نمونہ، ص ۲۸

''بے شک اللہ نے سچ کر دیا اپنے رسول کا سچا خواب، بے شک تم ضرور مسجدِ حرام میں داخل ہوگے اگر اللہ چاہے، امن وامان سے اپنے سروں کے بال منڈاتے یا ترشواتے بے خوف، تو اس نے جانا جو تمہیں معلوم نہیں تو اس سے پہلے ایک نزدیک آنے والی فتح رکھی'' [1] ......

O

صلح حدیبیہ کے بعد حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے۔ چونکہ حالتِ جنگ ختم ہوگئی تھی، اس لیے آپ نے مختلف بادشاہوں، رئیسوں اور سرداروں کے نام دعوتِ اسلام کے لیے خطوط ارسال فرمائے۔ مثلاً

☆..... قیصر روم کے نام
☆..... خسرو پرویز کے نام
☆..... نجاشی کے نام
☆..... عزیزِ مصر کے نام
☆..... رئیسِ یمامہ کے نام
☆..... رئیسِ غسان کے نام

چنانچہ حضرت دحیہ کلبی کو قیصرِ روم کے پاس بھیجا..... حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی کو خسرو پرویز شاہِ ایران کے پاس بھیجا...... حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کو عزیزِ مصر کے پاس بھیجا..... حضرت عمرو بن امیہ کو نجاشی شاہِ حبشہ کے پاس بھیجا...... حضرت سلیط بن عمرو بن عبدِ شمس کو رؤسا یمامہ کے پاس بھیجا...... اور حضرت شجاع بن وھب الاسدی کو رئیس حدودِ شام کے پاس بھیجا اور حارث غسانی کے پاس بھیجا [1] ......

صلحِ حدیبیہ کے بعد یہ عظیم الشان واقعہ پیش آیا کہ مجاہدِ اسلام حضرت ابی بلتعہ کو عزیزِ مصر کے پاس بھیجا..... حضرت عمرو بن امیہ کو نجاشی شاہِ حبشہ کے پاس بھیجا..... حضرت سلیط بن عمرو بن عبدِ شمس کو رؤسا یمامہ کے پاس بھیجا...... اور حضرت شجاع بن وھب الاسدی کو رئیس حدودِ شام کے پاس بھیجا اور حارث غسانی کے پاس بھیجا [1] ......

ا۔۔۔قرآن کریم ۲۸/فتح/۴۸

صلح حدیبیہ کے بعد یہ عظیم الشان واقعہ پیش آیا کہ مجاہد اسلام حضرت خالد بن ولید، حضرت عمرو بن العاص اور کلید بردار بیت اللہ عثمان بن طلحہ مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ آ کر مشرف بہ اسلام ہوئے...... بعد میں حضرت خالد بن ولید فاتح شام ہوئے اور عمرو بن العاص فاتح مصر [۲] ......حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید کو سیف اللہ کا خطاب عطا فرمایا......

○

ے ہ/ ۶۲۹ ء ہی میں غزوۂ خیبر کا واقعہ پیش آیا۔ جس کی طرف سورۂ فتح کی مذکورہ بالا آیت نمبر ۲۷ میں پہلے ہی اشارہ فرمادیا تھا...... مدینہ منورہ سے تقریباً تین سو کلومیٹر کے فاصلے پر ایک علاقہ تھا جس کو خیبر کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اس کی کچھ آبادی پہاڑی پر تھی اور کچھ میدانی علاقوں میں یہودیوں نے اپنی طاقت کو اسلام کے خلاف مجتمع کیا تھا...... بڑے مضبوط قلعے اور پناہ گاہیں بنائی تھیں اس لیے اسلام کی قوت کی حفاظت کے لیے ان کی سرکوبی ضروری تھی...... مدینہ منورہ سے بنی قریظہ اور بنی نضیر [۱] کی جلاوطنی کے بعد یہودیوں کے غیظ وغضب میں اور اضافہ ہوگیا تھا......ان کی سرشت میں فتنہ وفساد تھا اسی وجہ سے یہ مدینہ منورہ سے نکالے گئے...... صدیوں پہلے کا وہ فساد اب بھی ان کے سینوں میں موجود ہے جو برسوں سے ہم اسرائیل کی صورت میں دیکھ رہے ہیں......غزوۂ خیبر کا تعلق چونکہ صلح حدیبیہ سے تھا اس لیے جو صحابہ حدیبیہ میں شریک تھے یہ جہاد بھی اور اس جہاد میں ملنے والا مالِ غنیمت بھی حدیبیہ میں شریک صحابہ کرام کے لیے مخصوص کر دیا گیا ورنہ بظاہر کوئی وجہ نظر نہیں آتی...... مدینہ منورہ سے مضافات کے دیہاتی قبائل جو سفرِ حدیبیہ میں ساتھ نہ گئے تھے۔ کفارِ مکہ کے ساتھ معاہدے کے بعد جو امن وامان کی صورت پیدا ہوگئی اور امید افزا حالات ہوگئے تو ان لوگوں نے غزوۂ خیبر میں ساتھ جانے کی خواہش ظاہر کی۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ روک دیے گئے اور ان کو ایک اور جنگ کی طرف دعوت دی گئی جو عہدِ صدیقی میں نبوت کے جھوٹے دعویدار مسیلمہ کذاب کے ساتھ ہوئی......اور جس میں وحشی (جس نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا اور بعد میں مسلمان ہوگئے تھے) نے مسیلمہ کذاب کو قتل کیا [۲] ...... یہ جنگ مرتد زبردست جنگجو قبائل کے ساتھ ہوئی جن کا تعلق بنی حنیفہ سے تھا۔ اس ساری تفصیل کا قرآن کریم میں اس طرح ذکر فرمایا:۔

۱ــــ سیرۃ النبی، ج ۱،ص ۴۶۳، بحوالہ طبری، ج ۳،ص ۱۵۵۹، ۲ــــ سیرۃ النبی، ج ۱،ص ۴۷۳، ۱ــــ سیرۃ النبی، ج ۱،ص ۴۰۸۔۴۱۲

۲ــــ ضیاء القرآن، ج ۴،ص ۵۴۸۔۵۴۹

''اب کہیں گے پیچھے بیٹھ رہنے والے جب تم غنیمتیں لینے چلو تو ہمیں بھی اپنے پیچھے آنے دو۔ وہ چاہتے ہیں اللہ کا کلام بدل دیں۔ تم فرماؤ ہرگز ہمارے ساتھ نہ آؤ۔ اللہ نے پہلے سے یونہی فرمادیا ہے تو اب کہیں گے بلکہ تم ہم سے جلتے ہو۔ بلکہ وہ بات نہ سمجھتے تھے مگر تھوڑی۔ ان پیچھے رہ گئے ہوئے گنواروں سے فرماؤ، عنقریب تم ایک سخت لڑائی والی قوم کی طرف بلائے جاؤ گے۔ ان سے لڑو یا وہ مسلمان ہوجائیں پھر اگر تم فرمان مانو گے اللہ تمہیں اچھا ثواب دے گا اور اگر پھر جاؤ گے جیسے پہلے پھر گئے تو تمہیں دردناک عذاب دیگا [۱] ......

چونکہ مسیلمہ کذاب کے ساتھ تقریباً چالیس یا ساٹھ ہزار مرتدین تھے اس لیے اس آیہ کریمہ کے آخر میں فرمایا: شاید مضافاتِ مدینہ کے دیہاتیوں کی جنگ سے وہ مسلمان ہوجائیں یا معاذ اللہ دیہاتی خود ان کے رنگ میں رنگ جائیں، پہلی صورت میں ثواب کی نوید سنائی اور دوسری صورت میں عذاب کی وعید......

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے باری باری مختلف قلعوں کا محاصرہ کیا لیکن آغازِ جنگ سے پہلے جو کچھ آپ نے فرمایا اس سے انسانیت کے لیے آپ کے درد وسوز کا اندازہ ہوتا ہے۔ آپ کی جنگ نہ مال ودولت کے لیے تھی نہ زمین کے لیے بلکہ اللہ کی رضا اور اللہ کے بندوں کی فلاح کے لیے......آپ کے تمام غزوات کو اسی پسِ منظر میں دیکھنا چاہیے......آغازِ جنگ سے پہلے آپ نے یہ دعا فرمائی:

''میں اس گاؤں اور اس میں رہنے والوں کی بھلائی کی تجھ سے التجا کرتا ہوں''۔ [۱]

پھر جنگ شروع ہوئی اور یکے بعد دیگرے قلعے فتح ہوتے گئے......آخری قلعے وطیح اور سلالم کے قلعے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ہاتھوں فتح ہوئے [۲] اور مالِ غنیمت اتنا ملا جس کا تصور بھی نہ تھا کیونکہ یہودی بڑے مالدار تھے......قرآن کریم میں سورۂ فتح میں اس طرف یوں ارشاد فرمایا:

''اور اللہ نے تم سے وعدہ کیا ہے بہت سی غنیمتوں کا کہ تم لوگے تو تمہیں یہ جلد عطا فرمادی''۔ [۳]

خیبر کی زمین مجاہدین پر تقسیم کر دی گئی...... غلے کی پیداوار دو حصوں پر تقسیم کر دی جاتی......حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تقسیم

۱ــــ قرآن کریم، ۱۶/ فتح/ ۴۸، ۱ــــ ضیاء القرآن، ج ۴،ص ۵۵۳، ۲ــــ ضیاء القرآن، ج ۴،ص ۵۵۵، ۳ــــ قرآن کریم، ۲۰/ فتح/ ۴۸

فرماتے۔ایک حصہ مسلمانوں کے حصے میں آتا......اس طرح خیبر کی فتح سے معیشت کی راہیں کھل گئیں......خیبر کی زمین دو برابر حصوں میں تقسیم کی گئی نصف بیت المال، مہمانی اور سفارت وغیرہ کے لیے اور نصف مجاہدین کے لیے جو غزوۂ خیبر میں شریک تھے تقسیم کردی گئی......حضورانور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی عام مجاہدین کی طرح ایک ہی حصہ لیا......فتحِ خیبر کے بعد حضورانور صلی اللہ علیہ وسلم نے چندروز قیام فرمایا......

خیبر کی فتح سے اسلام کی ملکی اور سیاسی حالات کا نیا دور شروع ہوتا ہے اسلام کے حقیقی دشمن دو تھے مشرکین اور یہود......فتحِ خیبر سے دشمن کا ایک بازو ٹوٹ گیا یہ ایک بڑی کامیابی تھی۔خیبر سے واپسی پر وادیٔ ام القریٰ میں یہود نے مزاحمت کی لیکن شکست کھا کر بالآخر صلح کرلی......۷ ھ/۶۲۸ء میں معاہدۂ حدیبیہ کے مطابق حضورانور صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ میں جو صحابہ کرام شریک تھے ان کو ساتھ لے کر عمرہ ادا کیا[1]......معاہدے کے مطابق مکہ معظمہ کے مرد شہر سے باہر چلے گئے......جب حضورانور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ میں عمرہ ادا فرمارہے تھے تو مرد اس لیے باہر چلے گئے کہ کہیں ان کے دلوں میں آپ کی صحبت اور آپ کے دیدار سے اسلام کی رغبت نہ پیدا ہوجائے......ورنہ مردوں کا شہر چھوڑ کر شہر سے باہر نکل جانا کوئی معنی نہیں رکھتا......کفار مکہ کی عورتیں اور بچے کوٹھوں پر چڑھے حضورانور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دلکش مناظر کے نظارے کرتے رہے......یقیناً ان کے دلوں میں اسلام کی عظمت وشوکت کا سکہ بیٹھ گیا ہوگا جو مردوں پر بھی اثر انداز ہوا ہوگا......

○

معاہدۂ حدیبیہ دس سال کے لیے ہوا تھا۔لیکن خدا کو منظور نہ تھا۔یہ معاہدہ ۸ ھ/۶۳۰ء میں ٹوٹ گیا......ہوا یوں کہ مسلمانوں کے حلیف قبیلہ خزاعہ کے بعض افراد کو اہل مکہ کے حلیف قبیلۂ بنوبکر نے قتل کردیا اور حرم شریف میں اُن کا خون بہایا۔جب حضورانور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں قبیلہ خزاعہ کے چالیس افراد فریاد لے کر پہنچے تو آپ نے قریش مکہ کے سامنے یہ تین شرطیں پیش کیں:۔

۱......مقتولوں کا خوں بہا دیا جائے۔

۲......قریشِ مکہ بنوبکر کی حمایت سے الگ ہوجائیں۔

۳......اعلان کردیا جائے کہ معاہدہ ٹوٹ گیا۔[1]

چونکہ کفار مکہ غرور ونخوت میں مبتلا تھے اس لیے انہوں نے تیسری شرط کو منظور کیا اور معاہدہ ٹوٹ گیا۔یہ بات قابلِ توجہ ہے کہ معاہدہ توڑنے میں کفار مکہ نے پہل کی......حضورانور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو باقی رکھنے کی پوری کوشش کی۔اُدھر کفار مکہ نے جنگ کی تیاریاں شروع کردیں، اِدھر مسلمان بھی جہاد کے لیے تیار ہوگئے......چنانچہ ۱۰ رمضان المبارک ۸ ھ/۶۳۰ء کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دس ہزار مجاہدین اِسلام کی معیّت میں مکہ معظمہ روانہ ہوئے۔خدا کی شان! دو برس پہلے جب آپ مدینہ منورہ سے عمرہ ادا کرنے روانہ ہوئے تو چودہ سو صحابہ کرام تھے اور اب ڈیڑھ دو سال کے بعد دس ہزار صحابۂ کرام آپ کے ہمراہ تھے......لشکرِ اسلام کا یہ جاہ وجلال دیکھ دیکھ کر قبائلِ عرب بھی راستے میں آ کر ملتے جاتے......حضورانور صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ سے ایک منزل دور مَرّ الظہر ان میں پڑاؤ ڈالا۔ صحابہ کرام دور دور تک پھیل گئے۔رات کا وقت تھا۔حضورانور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ آگ روشن کی جائے، تمام صحابہ نے اپنے اپنے خیموں کے آگے آگ روشن کی۔تمام وادیاں روشنی سے جگمگا اٹھیں۔ابُوسفیان ساتھیوں کے ساتھ چوری چھپے حالات کا جائزہ لینے کے لیے نکلے۔مگر وہ گرفتار کرلیے گئے۔حضورانور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق ان کو پہاڑی کی چوٹی پر کھڑا کیا گیا تاکہ عساکر اسلامیہ کا جاہ وجلال دیکھیں......یہ جاہ وجلال دیکھ کر ان کے دل پر اسلام کی ایسی ھیبت طاری ہوئی کہ وہ مشرف بہ اسلام ہوگئے۔

حضورانور صلی اللہ علیہ وسلم بڑی شان وشوکت سے مکہ معظمہ میں داخل ہوئے اور اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ سچا ہوا۔

''بیشک اللہ نے سچ کردیا اپنے رسول کا سچا خواب۔بے شک تم ضرور مسجد حرام میں داخل ہوگے۔اگر اللہ چاہے امن وامان سے[1]

شاہانِ عالم کا یہ دستور ہے کہ جب کسی دشمن ملک میں داخل ہوتے ہیں تو اس کو تہہ وبالا کرکے رکھ دیتے ہیں[2]۔دورِ جدید اگرچہ ترقی کا دور کہا جاتا ہے لیکن اس حوالے سے دورِ جاہلیت سے بدتر ہے......دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں، ہزاروں نہیں لاکھوں معصوم وبے گناہ انسان لقمۂ اجل بن رہے ہیں لیکن حضورانور صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ معظمہ میں داخل ہو رہے ہیں تو دشمنوں سے انتقام لینے کی بجائے ارشاد فرمارہے ہیں:۔

۱۔جو شخص ہتھیار ڈال دے گا اس کو امن دیا جائے گا......

۲۔جو شخص ابوسفیان کے گھر پناہ لے گا اس کو امن دیا جائے گا......

۳۔جو شخص اپنے گھر کا دروازہ بند کرلے گا اس کو امن دیا جائیگا......[3]

اس بے مثال اور تاریخ ساز دریا دلی اور وسعتِ قلبی کے باوجود قریشِ مکہ کے ایک گروہ نے تیر برسا کر دو صحابیوں کو شہید کیا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کا انتقام لیا اور کفار مکہ تیرہ لاشیں چھوڑ کر بھاگ گئے......حضورانور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حادثے کا علم ہوا تو آپ کو افسوس ہوا فرمایا......''قضائے الٰہی یہی تھی''......

۱ــــ طبری، ج۳،ص۶۲۰/طبقات ابن سعد، جزء مغازی،ص۱۹۷/زرقانی، ج۲،ص۳۳۶

۱ــــ قرآن کریم،۲۷/فتح/۴۸، ۲ــــ قرآن کریم،۳۴/نحل/۲۷، ۳ــــ سیرۃ النبی، ج۱،ص۵۱۵

حضورانور صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام خیف میں قیام فرمایا۔ حرمِ کعبہ میں تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے۔ آپ ایک، ایک کو لکڑی کی نوک سے ٹھوکر لگائے جائے اور فرماتے جاتے:۔

"وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًاo"[1]

(اور فرماؤ کہ حق آیا، باطل مٹ گیا، بیشک باطل کو مٹنا ہی تھا)

یہاں باطل کے مٹنے سے الزامات واعتراضات کے مٹنے کی طرف بھی اشارہ ہوسکتا ہے......

حضورانور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ میں داخل ہونے سے پہلے سب بت نکلوادئے اور تصویریں مٹادیں یا مٹوادیں۔ پھر اندر داخل ہوئے...... نماز کا وقت آیا۔ حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ نے کعبہ کی چھت پر چڑھ کر پہلی بار اذان دی...... دشمنوں کے دل دہل گئے...... حضورانور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا فرمائی...... فتح مکہ کے بعد آپ نے تاریخی خطبہ ارشاد فرمایا......

لاالٰہ الااللّٰہ وحدہٗ لاشریک لہ صدق وعدہٗ و نَصَرَعَبدہٗ و ھَزَمَ الاحزابَ وَحدہٗ......

"ایک اللہ کے سوا کوئی خدا نہیں اس کا کوئی شریک نہیں۔ اس نے اپنا وعدہ سچا کیا۔ اس نے اپنے بندے کی مدد کی اور تمام جتھوں کو تنہا توڑ دیا"۔[1]

اس خطبے میں سورۂ فتح کی ان آیات کی طرف اشارے ہیں:۔

۱...... بیشک ہم نے تمہارے لیے روشن فتح فرمادی[2]

(صحابہ اکرام فرماتے ہیں کہ فتح مبین سے مراد صلح حدیبیہ ہے)[3]

۲......اور انہیں جلد آنے والی فتح کا انعام دیا[4]

۳......اور ایک اور فتح جو تمہارے بس کی نہ تھی

۴......تو اس سے پہلے ایک آنے والی فتح رکھی[5]

اس مبارک خطبے میں جو نکات آپ نے بیان فرمائے وہ تاریخ ساز اور یادگار ہیں۔ آپ نے فرمایا:۔

۱......تمام مفاخر انتقامات، خوں بہا سب میرے قدموں کے نیچے ہیں۔

۲......جاہلیت کا غرور، نسب پر فخر خدا نے مٹادیا۔

۳......خدا کے نزدیک سب سے شریف وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔

۴......خدا نے شراب کی خرید وفروخت حرام کردی[6] ......

۱ــــ قرآن کریم، ۸۱/ اسراء/ ۱۷، مجمع الزوائد، ج ۶ ص ۱۷۶/ خصائص، ج ۲ ص ۸۱/ فتح الباری، ج ۹ ص ۷۷، ۱ــــ سیرۃ النبی، ج ۱ ص ۵۱۷

۲-۵ــــ قرآن کریم، ۱-۱۸-۲۱-۲۷/ فتح/ ۴۸، ۶ــــ سیرۃ النبی، ج ۱ ص، ۵۱۷

خطبہ ارشاد کرنے کے بعد قریش کے سرداروں پر نظر ڈالی اور فرمایا:

"تم کو معلوم ہے آج تم سے کیا معاملہ کرنیوالا ہوں"

سب نے یک زبان ہوکر کہا:

"آپ شریف بھائی ہیں اور شریف بھائی کے بیٹے ہیں"۔

آپ کی نجابت وشوکت پر یہ دشمن کی گواہی ہے...... یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

"تم پر کچھ الزام نہیں، جاؤ......تم سب آزاد ہو"......[1]

اس طرح آپ نے دشمن کے دلوں کو بھی فتح کرلیا۔ یہ وہی الفاظ ہیں جو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے اس وقت فرمائے[2] جب ان کے ظلم وستم کی داستان ختم ہوچکی تھی لیکن حضورانور صلی اللہ علیہ وسلم نے چند بھائیوں کو نہیں سارے اہل مکہ کو معاف فرماکر ایک ایسی مثال قائم کردی جس کی نظیر تاریخ عالم میں نہیں ملتی...... ایک اور بات جو نہایت اہم اور قابل توجہ ہے ہمسلمانوں کے مکہ مکرمہ سے جانے کے بعد کفار مکہ نے ان کے مکانوں پر قبضہ کرلیا تھا۔ اب جب دس برس بعد مسلمان شہر مکہ میں داخل ہوئے تو حضورانور صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین کو حکم دیا۔ "اپنی مملوکات سے دست بردار ہوجائیں"[3] یعنی جو زمین اور مکان اور مال و دولت وہ چھوڑ کر گئے تھے اور جس پر دشمن نے قبضہ کرلیا تھا اس پر کسی قسم کا دعویٰ نہ کریں، بلکہ ان کے قبضے میں رہنے دیں...... عفو ودرگزر اور دریادلی کی اس سے بڑھ کر اور کیا مثال ہوگی...... آج تمام قائدین لینے کی بات کرتے ہیں، حضورانور صلی اللہ علیہ وسلم دینے کی بات کی، نظام مصطفیٰ اور دوسرے نظاموں میں یہی فرق ہے کہ یہ دینے کی بات کرتا ہے اور وہ لینے کی بات کرتے ہیں...... حضورانور صلی اللہ علیہ وسلم مقام صفا میں تشریف فرما ہوئے اور مرد وعورت آآ کر مسلمان ہوتے رہے...... اللہ اکبر! آپ نے دشمنان اسلام کی دلداری فرمائی اور ان کو اپنا بنایا...... حضورانور صلی اللہ علیہ وسلم نے پندرہ روز مکہ معظمہ میں قیام فرمایا۔[1] پھر حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس خدمت پر مامور فرمایا کہ لوگوں کو اسلامی احکام سکھائیں اور خود مدینہ منورہ روانہ ہوگئے......

اس "فتح مبین" کو کھلی آنکھوں سب نے دیکھ لیا اور حضورانور صلی اللہ علیہ وسلم کے رحیمانہ اور کریمانہ ارشادات کو کھلے کانوں سب نے سن لیا، ماضی میں آپ پر جو جو الزامات لگائے گئے تھے اور جو جو اعتراضات کئے گئے تھے وہ ایک ایک کرکے مٹتے چلے گئے، اللہ نے اپنے محبوب پر نعمتیں تمام کردیں اور زبردست مدد فرمائی کہ دنیا دیکھتی رہ گئی۔

۱ــــ سیرۃ النبی، ج ۱ ص ۵۱۹-۵۲۰، ۲ــــ قرآن کریم، ۹۲/ یوسف/ ۱۲، ۳ــــ سیرۃ النبی، ج ۱ ص ۵۲۰

۱ــــ سیرۃ النبی، ج ۱ ص ۴۸۴

فتح مکہ کے بعد ۹ھ نومبر ۶۲۵ء میں غزوۂ تبوک پیش آیا[1]..... تبوک دمشق اور مدینہ منورہ کے درمیان ہے۔ یہ خبر مشہور ہوگئی کہ رومی وعیسائی، مسلمانوں کے خلاف فوج کشی کے لیے شام میں جمع ہو رہے ہیں۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سخت گرمی اور قحط کے عالم میں تیس ہزار فوج اور دس ہزار گھوڑوں کے ساتھ مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے..... تبوک پہنچ کر معلوم ہوا کہ یہ خبر صحیح نہ تھی۔ یہاں آپ نے بیس دن قیام فرمایا..... قرب وجوار کے عرب عیسائی آ آ کر مسلمان ہوتے گئے۔ جو مسلمان نہ ہوئے وہ جزیہ دینے پر راضی ہوگئے..... واپسی پر اہلِ مدینہ نے آپ کا شاندار استقبال کیا کہ کئی دنوں کے بعد واپسی ہوئی تھی۔

○

ذی قعدہ/ ذی الحجہ ۹ھ/ ۶۳۱ء میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین سو صحابہ کا قافلہ مدینہ منورہ سے حج بیت اللہ شریف کے لیے روانہ فرمایا۔ جس کے قافلہ سالار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے..... قربانی کے لیے بیس اونٹ بھی ساتھ تھے..... حج کے بعد اعلان کر دیا گیا۔ اب کوئی مشرک کعبے میں داخل نہ ہو سکے گا.....[2]

اللہ اکبر! ۶ھ/ ۶۲۸ء میں کفار مکہ کا کیا زور شور اور طنطنہ تھا پھر وہ سارا زور شور ۸ھ/ ۶۳۰ء میں فتح مکہ کے بعد ٹوٹ کر رہ گیا۔ پھر جو کچھ بھی رہ گیا تھا وہ اب اس اعلان کے بعد دفن ہوگیا۔

"اِنَّا فَتَحۡنَا لَکَ فَتۡحًا مُّبِیۡنًا○"[1]

اور شانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھتے جائیں۔

الزام لگانے والوں نے الزام لگائے، رب کریم نے کیسا جواب دیا کہ الزام لگانے والے دنگ رہ گئے اور نادم وشرمسار ہوئے...... فتح ونصرت کا یہ سلسلہ ختم نہ ہوا بلکہ ایسا شروع ہوا جس نے سارے عالم کو اپنے دامن میں لے لیا.....

○

ذی الحجہ ۱۰ھ/ فروری ۶۳۲ء میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حجِ بیت اللہ شریف فرمایا..... ۴ر ذی الحجہ کو مکہ میں داخل ہوئے، ۸ر ذی الحجہ کو منیٰ میں قیام فرمایا۔ اور ۹ر ذی الحجہ کو عرفات میں یہ خطبہ ارشاد فرمایا:

(۱)..... لوگو! بیشک تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا باپ ایک ہے، ہاں عربی کو عجمی پر عجمی کو عربی پر..... سرخ کو سیاہ پر اور سیاہ کو سرخ پر کوئی فضیلت نہیں مگر تقوی کے سبب[2]

ا ـــ سیرت ابن شام، ج ۲، ص ۵۱۸/ صحیح مسلم، ج ۷، ص ۶۰/ مسند احمد، ج ۵، ص ۲۳۸/ مسلم کتاب الفضائل ، ج ۲، ص ۶۱/ اصابہ، ج ۲، ص ۴۶۶/ ابن ابی شیبہ، حدیث نمبر ۸۸۵۲، [2] ـــ سیرۃ النبی، ج ا، ص ۵۷۱، ا ـــ قرآن کریم، ا/ فتح/ ۴۸، ۲ ـــ سیرۃ النبی، ۲،۷، ص ۱۵۵، بحوالہ مسند احمد

(۲)..... ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اور مسلمان، مسلمان باہم بھائی ہیں۔[1]

(۳)..... تمہارے غلام! تمہارے غلام! جو خود کھاؤ وہی ان کو کھلاؤ، جو خود پہنو وہی ان کو پہناؤ[2]

(۴)..... جاہلیت کے تمام خون (انتقامی خون) باطل کر دیئے گئے اور سب سے پہلے میں اپنے خاندان کا خون ربیع بن الحارث کے بیٹے کا خون باطل کرتا ہو[3]

(۵)..... جاہلیت کے تمام سود باطل کر دیئے گئے اور سب سے پہلے اپنے خاندان کا سود جو عباس بن عبد المطلب کا ہے باطل کرتا ہوں[4]

(۶)..... تمہارا عورتوں پر اور عورتوں کا تم پر حق ہے۔[5]

(۷)..... تمہارا خون اور تمہارا مال قیامت تک اس طرح حرام ہے جس طرح یہ دن اس مہینہ میں، اس شہر میں حرام ہے۔[6]

ا ـــ سیرۃ النبی، ج ۲، ص ۱۰۶، بحوالہ/ مستدرک حاکم ج ا، ص ۹۳/ طبری وابن اسحاق، [2] ـــ سیرۃ النبی، ج ۲، ص ۱۵۶/ بحوالہ ابن سعد [3] ـــ سیرۃ النبی، ج ۲، ص ۱۵۶، بحوالہ ابوداؤد بروایت جابر، [4] ـــ سیرۃ النبی، ج ۲، ص ۱۵۷، بحوالہ صحیح مسلم وابوداؤد، [5] ـــ سیرۃ النبی، ج ۲، بحوالہ طبری وابن ہشام، [6] ـــ سیرۃ النبی، ج ۲، ص ۱۵۷، بحوالہ صحیح بخاری، مسلم، ابوداؤد

(۸)......میں تم میں ایک چیز چھوڑتا ہوں اگر تم نے اس کو مضبوط پکڑ لیا تو گمراہ نہ ہوگے، وہ چیز کیا ہے، کتاب اللہ۔[1]

(۹)......خدا نے ہر حق دار کو (بطور وراثت) اس کا حق دے دیا، اب کسی کو وارث کے حق میں وصیت جائز نہیں۔[2]

(۱۰)......قرض ادا کیا جائے، عاریت لوٹائی جائے، عطیہ لوٹایا جائے، ضامن تاوان کا ذمہ دار ہے۔[3]

۱۱ھ/۶۳۲ء میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم علیل ہوئے اسی علالت کے دوران شہدائے بدر کی قبور پر اپنا دیدار کرانے تشریف لے گئے وہاں جو خطبہ ارشاد فرمایا اس کے آخری الفاظ قابل توجہ ہیں، فرمایا:۔

اس سے ڈرتا ہوں کہ تم دنیا میں مبتلا نہ ہو جاؤ اور اس کے لیے آپس میں کشت و خون نہ کرو تو پھر اس طرح ہلاک ہو جاؤ گے جس طرح تم سے پہلی قومیں ہلاک ہوئیں۔[4]

۱۔ سیرۃ النبی، ج ۲، ص ۱۵۸ بحوالہ صحاح، نوٹ "کتاب اللہ" ہی سے حدیث وفقہ کی تائید ہوتی ہے (۷/حشر/۵۹-۴۲/نحل/۱۶) اس لیئے کتاب اللہ کے ذکر میں حدیث وفقہ اور متعلقات حدیث وفقہ سب شامل ہیں۔ مسعود

۲۔ سیرۃ النبی، ج ۲، ص ۱۵۸، ۳۔ سیرۃ النبی، ج ۲، ص ۱۵۹، ۴۔ سیرۃ النبی، ج ۲، ص ۱۷۱/ صحیح بخاری کتاب الجنائز/ صحیح مسلم

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ربیع الاول ۱۱ھ/۶۳۲ء میں پردہ فرمایا......فتوحات کا سلسلہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی جاری رہا اور الزام لگانے والوں کو جواب ملتا رہا......سورۃ فتح میں اس آیۂ کریمہ میں مستقبل میں آنے والی فتوحات کی طرف اشارہ فرمایا گیا......فرمایا:

وَّاُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا ط[1]

(اور ایک اور فتح) جو تمہارے بس کی نہ تھی، وہ اللہ کے قبضے میں ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے)

چنانچہ مغرب میں شام فلسطین مصر، شمال میں افریقہ اور اسپین، اور مشرق میں عراق، ایران افغانستان برصغیر کے ممالک......ملت اسلامیہ کی پے در پے فتوحات نے الزام لگانے والوں کو شرمسار کیا۔ وہ دل ہی دل میں کہتے تھے ہم کیا سمجھتے تھے اور کیا سے کیا ہو گیا؟ بے شک نعمت پوری کرنیوالے نے اپنی نعمت پوری کر دی اور اپنا وعدہ سچ کر دکھایا......

اور اپنی نعمتیں تم پر تمام کردیں[2]

ہمارا اصل موضوع تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر مختلف الزامات واعتراضات کے جواب میں رب کریم کی طرف سے اُن فتوحات کا اجمالاً ذکر کرنا تھا جنہوں نے سارے الزامات واعتراضات بالکل مٹا کر رکھدیئے......

۱۔ قرآن کریم، ۲۱/ فتح/ ۴۸، ۲۔ قرآن کریم، ۲/ فتح/ ۴۸

لیکن ان فتوحات کے مقاصد اور طریقہ کار کی وضاحت ضروری ہے کیوں کہ اس حوالے سے بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں پر الزامات لگتے رہتے ہیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگ نہ مال و دولت کے لیے تھی نہ زمینوں کے لیے، نہ جانوں کے خلاف تھی، نہ جسموں کے خلاف...... شاہانِ عصر نے آپ کی جنگ کو بھی اپنی جنگوں پر قیاس کیا...... جو کبھی زمین کے لیے ہوتی ہے کبھی مال و دولت کے لیے...... کبھی جانوں کے خلاف اور کبھی جسموں کے خلاف...... مسلم اور غیر مسلم مؤرخوں نے غزوات کا نقشہ کچھ اس انداز سے کھینچا گویا یہ جنگ کسی کی جان لینے کے لیے تھی، کسی کا مال لینے کے لیے تھی، کسی کی زمین لینے کے لیے تھی، ہر گز نہیں، ہر گز نہیں...... قابل توجہ بات یہ ہے کہ غنیمت میں مال یا زمین جو کچھ بھی ملا وہیں کے رہنے والے قبائل پر تقسیم کیا یہ الگ بات ہے کہ وہ مسلمان ہو گئے تھے مگر دورِ جدید کی طرح لوٹ کر کسی ملک کا مال اپنے ملک میں نہیں لے گئے...... اگر آپ مال و دولت چاہتے تو آپ اپنی دنیا کو اپنے گھر سے نہ نکالتے اور آپ کے آگے مال و دولت کے ڈھیر لگ جاتے...... آپ کا مقصد صرف اور صرف اللہ کے بندوں کو اللہ کے آگے جھکانا تھا...... جو جھک گیا سرفراز ہوا...... حالتِ جنگ میں بھی آپ کے دل میں جو اخلاص تھا اب وہ حالتِ امن میں بھی نظر نہیں آتا۔

دورِ جدید میں ایک بڑی طاقت نے بزورِ شمشیر دنیا سے یہ حق لیا ہے کہ جس کو چاہوں جب چاہوں سیدھا کر دوں...... شاید جان کے خوف سے دنیا نے طوعاً و کرھاً یہ اصول تسلیم کیا...... بے شک یہ حق اس کو ملنا چاہئے جو دنیا اور دنیا والوں کو سنوارنے کا عزم رکھتا ہو اور اللہ کے بندوں پر مخلص و مہربان ہو لیکن جس کے بگاڑ کو سنوارنے میں ہزاروں بگاڑ ہوں وہ کیا سنوار سکتا ہے؟...... سنوارنا تو یہ ہے کہ بگڑے ہوئے سنور جائیں اور کوئی بگاڑ پیدا نہ ہو...... اللہ اکبر! آٹھ نو برس کے غزوات میں دونوں جانب سے کم و بیش ایک ہزار جانیں کام آئیں...... کتنا کم خون بہا اور کتنا عظیم انقلاب آیا!...... ایک طرف دورِ جدید کا سنوارنے والا تو دورِ قدیم کے سفاک جنگجوؤں سے کم نہیں، دوسری طرف جب ہم حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھتے ہیں تو آپ ہمیشہ امن و سلامتی کا پیغام لیے ہوئے دشمن پر مہربان نظر آتے ہیں...... مکہ مکرمہ میں...... بازارِ طائف میں...... مدینہ منورہ ہجرت کے وقت...... شہر مدینہ منورہ میں...... سفر حدیبیہ میں...... معاہدۂ حدیبیہ میں...... خیبر میں...... تبوک میں...... پھر شہرِ مکہ میں...... وغیرہ وغیرہ...... جہاں دیکھیے، کرم ہی کرم ہے!

آپ کی پاک سیرت میں ہر مقام پر "وَمَآ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَۃً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ ط"[1] کے نظارے نظر آتے ہیں...... ذرا سوچیں تو سہی...... جس نے دنیا کو اپنے گھر سے نکال دیا ہو اس کو مال کی چاہت ہوگی......؟ جس نے اپنے ہاتھ سے ایک جان ہلاک نہ کی ہو اس کو کسی کی جان لینے کی چاہت ہوگی؟...... چاہت تو صرف یہ تھی کہ اللہ کے بندے اللہ کی بندگی کریں اور اللہ کے بندوں پر مہربان رہیں...... آج دنیا کا ہر غریب و ناتواں انسان حسرت سے ایک ایک کا منہ تکتا ہے اور مہربان و دلدار نہیں پاتا...... سلام ہو اس حبیب کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) پر جس نے سارے عالم کی دلداری فرمائی...... جس نے انسان کو انسان کا بھائی بنایا...... جس نے مسلمان کو مسلمان کا بھائی بنایا...... جس نے اخوت و بھائی چارگی کی ایسی عالمی فضا قائم کی...... جو کبھی نہ دیکھی گئی......! صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وازواجہ وصحبہ وسلم۔

۱؎ قرآن کریم، ۱۰۷/۲۱، انبیاء/۲۱

احقر محمد مسعود احمد عفی عنہ
کراچی
اسلامی جمہوریہ پاکستان

۲۷/ ذی القعدہ ۱۴۲۶ھ
۲۹/ دسمبر ۲۰۰۵ء